بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ختم نبوت اور پیشگوئی مصلح موعود

یو تی الحکمة من یشاء و من یوت الحکمة فقد اوتی خیرًا کثیرًاط(270=2)

وہ جسے چاہتا ہے حکمت عطا کرتا ہے اور جسے حکمت عطا کی گئی ہو تو اسے بہت ہی نفع رساں چیز مل گئی

جناب شیخ راحیل صاحب !سلام مسنون

آپکا کھلا خط بظاہر قادیانی گروپ کے امیر مرزا مسرور کے نام تھا۔لیکن چونکہ آپ نے یہ کھلا خط میری طرف بھی روانہ کیا تھا اور غالباً اس سے آپکا مقصد یہ تھا کہ اگر ہو سکے تو خاکسار بھی آپکی راہنمائی کرے۔میں نے کافی عرصہ کے بعد اور اس ذاتی تعلق کی وجہ سے جو اس عاجز کو آپکے ساتھ تھا،ایک ہمدردانہ اور کسی بھی قسم کی فقرے بازی سے پاک آپکو ایک عرض ناصحانہ کی تھی۔اس عرض ناصحانہ میں آپکو یہ درخواست بھی کی تھی کہ بقول کلام اللہ اور کلام رسول ﷺ تم کسی انسان کے محترم اور برگزیدہ وجود کے بارے میں گھٹیا اور عامیانہ زبان استعمال نہ کرو بلکہ اگر ہو سکے تو اسکی تکریم کرو۔لیکن آپ نے میری عرض کا جو جواب لکھا اس میں آپ نے میری گذارش کے باوجود حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کیلئے انتہائی گھٹیا زبان استعمال کی۔حضرت مرزا صاحبؑ کے علاوہ بعض دیگر احباب جنکا ہم دونوں کی گفتگو سے کوئی تعلق نہیں تھا کے بارے میں بھی آپ نے نازیبا الفاظ استعمال کیے۔ حالانکہ آپکو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔کم از کم میرے انداز بیاں ہی سے سبق حاصل کر لیتے۔لیکن چونکہ ہر انسان کی جدا فطرت ہے اور وہ اپنی فطرت کے مطابق ہی بات کرتا ہے لہذا آپ نے جو کچھ کیا ہے اپنی فطرت کے مطابق ہی کیا ہو گا۔

ختم نبوت اور حضرت مرزا صاحبؑ۔

شیخ صاحب !آپ نے اپنے مضمون کے آغاز میں ہی مجھ پر مدعی نبوت کا جھوٹا الزام لگا کر میرے متعلق ایک بہت بڑا جھوٹ بولا ہے۔کیا آپ میری کسی تحریر سے یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ میں نبوت کا مدعی ہوں۔آپ ہرگز یہ بات ثابت نہیں کر سکتے اور نہ ہی میرا کوئی ایسا دعویٰ ہے۔میرا دعویٰ صرف حضرت مرزا صاحبؑ کی موعود غلامی کا ہے۔آپ نے جب میرا انٹرویو کیا تھا،اس وقت بھی میں نے اپنے موعود غلامی کے دعویٰ کا بطور خاص ذکر کیا تھا لیکن حیرت ہے کہ آپ نے سب کچھ جانتے بوجھتے ہوئے اتنی بڑی جھوٹی بات میری طرف منسوب کر دی۔اس وقت میں پھر یہ اعلان کرتا ہوں کہ میرا دعویٰ صرف اور صرف حضرت مہدی و مسیح موعود علیہ السلام کی موعود غلامی کا ہے۔وہ موعود زکی غلام جسکی خبر حضرت مرزا غلام احمد کو ۲۰ فروری ۱۸۸۶ کی الہامی پیشگوئی میں دی گئی تھی۔مزید میں آپ سے کہتا ہوں کہ جس طرح آپ نے ایک ایسا غلط اور جھوٹ پر مبنی دعویٰ میری طرف منسوب کیا ہے جو کہ میرے وہم و گمان میں بھی نہیں ہے بالکل اسی طرح ایک صدی قبل مخالف علمائے اسلام نے بھی حضرت مرزا صاحبؑ کی طرف ایسی نبوت کا دعویٰ منسوب کیا تھا جس کا حضرت مرزا صاحبؑ نے ساری زندگی انکار کیا ہے۔حضورؑ ارشاد فرماتے ہیں۔

(۱)﴿ اور وہ ختم الانبیاء بنے۔مگر ان معنوں سے نہیں کہ آئندہ اس سے کوئی روحانی فیض نہیں ملے گا بلکہ ان معنوں سے کہ وہ صاحب خاتم ہے بجز اسکی مہر کے کوئی فیض کسی کو نہیں پہنچ سکتا اور اسکی امت کیلئے قیامت تک مکالمہ اور مخاطبہ الٰہیہ کا دروازہ کبھی بند نہ ہو گا۔اور بجز اسکے کوئی نبی صاحب خاتم نہیں ایک وہی ہے جسکی مہر سے ایسی نبوت بھی مل سکتی ہے جس کیلئے امتی ہونا لازمی ہے۔﴾(روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۲۹ تا ۳۰)

(۲)﴿ اور ایک اور نادانی یہ ہے کہ جاہل لوگوں کو بھڑکانے کیلئے کہتے ہیں کہ اس شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے حالانکہ یہ انکا سراسر افترا ہے۔بلکہ جس نبوت کا دعویٰ کرنا قرآن شریف کے رو سے منع معلوم ہوتا ہے ایسا کوئی دعویٰ نہیں کیا گیا صرف یہ دعویٰ ہے کہ ایک پہلو سے میں امتی ہوں اور ایک پہلو سے میں آنحضرت ﷺ کے فیض نبوت کی وجہ سے نبی ہوں اور نبی سے مراد صرف اس قدر ہے کہ خدا تعالیٰ سے بکثرت شرف مکالمہ مخاطبہ پاتا ہوں۔﴾(روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۴۰۶)

(۳)﴿ اور یہ کہنا کہ نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔کس قدر جہالت کس قدر حماقت اور کس قدر حق سے خروج ہے۔اے نادانو!میری مراد نبوت سے یہ نہیں ہے کہ میں نعوذ باللہ آنحضرت ﷺ کے مقابل پر کھڑا ہو کر نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں یا کوئی نئی شریعت لایا ہوں۔صرف مراد میری نبوت سے کثرت مکالمات و مخاطبات الٰہیہ ہے جو آنحضرت ﷺ کی اتباع سے حاصل ہے سو مکالمہ و مخاطبہ کے آپ لوگ بھی قائل ہیں۔پس یہ صرف لفظی نزاع ہوئی۔آپ لوگ جس امر کا نام مکالمہ و مخاطبہ رکھتے ہیں میں اسکی کثرت کا نام بموجب حکم الٰہی نبوت رکھتا ہوں۔**و لکل ان یصطلح**۔اور میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جسکے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اس نے مجھے بھیجا ہے اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے۔﴾(روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۵۰۳)

جناب شیخ صاحب ! آپ نے مدعی نبوت کا جوجھوٹا الزام مجھ پر لگایا ہے۔ میں اس کا اب بھی انکار کرتا ہوں اور قیامت کے دن بھی انکار کرونگا تو پھر آپ اللہ تعالی کے حضور کیا جواب دوگے؟ آپ اس دن کیسے جان چھڑاؤ گے؟ دلوں کے بھید تو اللہ تعالی جانتا ہے۔آپ جانتے ہیں کہ کسی جنگ کے موقعہ پر کسی صحابی نے ایک کافر کو نیچے گرالیا۔اس کافر نے کلمہ پڑھ لیا۔اس صحابی نے پھر بھی اس کلمہ پڑھنے والے کو ہلاک کردیا۔اور جب اس واقعہ کی خبر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پہنچی تو آپ ﷺ اس صحابی پر انتہائی ناراض ہوئے اور اس سے فرمایا کیا تو نے اس کا دل چیر کر دیکھ لیا تھا کہ اس نے کلمہ دل سے نہیں پڑھا؟ روز قیامت جب یہ کلمہ تیرے خلاف گواہی دے گا تو پھر تو کیا کرے گا؟ وہ صحابی بیچارہ کہنے لگا کہ کاش میں آج سے پہلے مسلمان ہی نہ ہوا ہوتا۔اپنے مذموم مقاصد پورا کرنے کیلئے کسی انسان کی طرف کوئی ایسا غلط دعوی منسوب کردینا جو اس انسان کے ذہن وگمان میں بھی نہ ہو بہت بڑا گناہ ہے۔اسی طرح حضرت مرزا صاحبؑ کا دعوی نبوت آنحضور ﷺ کی غلامی میں تھا نہ کہ آپ ﷺ کے مقابل پر اور یہ غلام نبوت کا دعوی قرآن مجید اور آنحضور ﷺ کی تعلیم کے عین مطابق ہے نہ کہ مخالف۔غلام یا امتی نبوت کے متعلق درج ذیل آیات میں نے آپکے آگے رکھیں تھیں لیکن آپ نے ان کا کوئی جواب نہیں دیا۔

(۱)﴿ ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین و الصدیقین والشھداء والصلحین و حسن اولئک رفیقاہ ﴾ 〈4=70〉 ترجمہ۔اور جو اللہ اور اس رسول کی اطاعت کریں گے وہ ان لوگوں میں شامل ہونگے جن پر اللہ نے انعام کیا ہے یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین اور یہ لوگ اچھے رفیق ہیں۔

(۲)﴿یبنی ادم اما یا تینکم رسل منکم یقصون علیکم ایتی فمن اتقی و اصلح فلا خوف علیھم و لا ھم یحزنون۔﴾ (7=36) ترجمہ۔اے آدم کے بیٹو! اگر تمہارے پاس تم میں سے رسول بنا کر بھیجے جائیں اس طرح کہ وہ تمہارے سامنے میری آیات پڑھ کر سناتے ہوں تو جو لوگ تقوی اختیار کریں اور اصلاح کریں ان کو نہ کسی قسم کا خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہونگے۔

جناب شیخ صاحب ! قیامت کے دن جب حضرت مرزا صاحبؑ اللہ تعالی کے حضور جہاں محمد عربی ﷺ بھی کھڑے ہونگے یہ اعلان فرمائیں گے۔

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا ۔ نام اس کا ہے محمد ﷺ دلبر مرا یہی ہے
سب پاک ہیں پیمبر اک دوسرے سے بہتر ۔ لیک از خدائے برتر خیر الوری یہی ہے
پہلوں سے خوب تر ہے خوبی میں اک قمر ہے ۔ اس پر ہر اک نظر ہے بدرالدجے یہی ہے
وہ آج شاہ دیں ہے وہ تاج مرسلیں ہے ۔ وہ طیب و امیں ہے اسکی ثناء یہی ہے
حق سے جو حکم آئے سب اس نے کر دکھائے ۔ جو راز تھے بتائے نعم العطاء یہی ہے
جو راز دیں تھے بھارے اس نے بتائے سارے ۔ دولت کا دینے والا فرماں روا یہی ہے
سب ہم نے اس سے پایا شاہد ہے تو خدایا ۔ وہ جس نے حق دکھایا وہ مہ لقا یہی ہے
اس نور پر فدا ہوں اس کا ہی میں ہوا ہوں ۔ وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

اس دن آپ اور آپ جیسے دوسرے لوگ اس جھوٹے الزام سے کیسے جان چھڑاؤ گے؟ اگر آپ یہ کہو گے کہ یہ الفاظ حضرت مرزا صاحبؑ نے ظاہری طور پر کہے تھے لیکن حضرت مرزا صاحبؑ کے دل میں نہیں تھے تو پھر قیامت کے دن بھی محمد عربی ﷺ کا وہی فتوی چلے گا جو آپ ﷺ نے اپنے صحابی کے متعلق فرمایا تھا کہ کیا آپ سب مکذبوں اور مکفرین نے حضرت مرزا صاحبؑ کے دل میں جھانک کر دیکھ لیا تھا؟

آپ کے چند دیگر اعتراضات!

آپ نے نبوت کے سلسلہ میں حضرت مرزا صاحبؑ کے بیانات میں جن تضادات کا ذکر کیا ہے اسکی حضورؑ نے اس طرح وضاحت فرمائی ہے۔

﴿اور جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے صرف ان معنوں سے کیا ہے کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانیوالا نہیں ہوں اور نہ میں مستقل نبی ہوں۔مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول مقتداء سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لئے اسکا نام پا کر اسکے واسطے سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے رسول اور نبی ہوں مگر بغیر کسی جدید شریعت کے اس طور کا نبی کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا بلکہ انہی معنوں سے خدا نے مجھے نبی اور رسول کر کے پکارا ہے۔﴾ (روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۲۱۰ تا ۲۱۱)

جناب شیخ صاحب! ان الفاظ سے آپکو اور آپ جیسے دوسرے گمراہوں کو پتہ لگ جانا چاہیے کہ حضورؑ نے کس قسم کی نبوت کا انکار اور اسکا دعوی کرنے والے پر لعنت بھیجی ہے اور کس

قسم کی نبوت کا آپؑ نے دعویٰ کیا ہے؟

میں نے اپنے مضمون کے آغاز میں یہ بات لکھی تھی کہ ''اب ایک عام مسلمان بھی بخوبی جانتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اس آیت خاتم النبیین سے مراد مطلق نبوت کا خاتمہ نہیں بلکہ تشریعی نبوت کا خاتمہ ہے۔'' جناب شیخ صاحب! اولاً آپکو معلوم ہونا چاہیے تھا کہ میں نے کس مسلمان کی بات کی ہے۔ میں نے اس مسلمان کی بات کی ہے جسکے اندر خوف خدا ہے اور وہ جو دیانتدار اور صاحب شعور ہے نہ کہ ان مسلمانوں کی بات کی ہے جن کو علمائے سوء نے اپنی نفسانی اغراض کی خاطر گمراہ کر رکھا ہے۔ اکثریت سچائی کا پیمانہ نہیں ہوتا بلکہ مومن ہمیشہ اقلیت میں ہوتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ اور آپکے صحابہؓ نے جب مدینہ کی طرف ہجرت کی تو آپ ﷺ اور آپکا گروہ اقلیت میں تھا۔ کیا آپ ﷺ کی یہ اقلیت آپ ﷺ کے جھوٹا ہونے پر دال تھی؟ آج دنیا میں عیسائی غالب اکثریت میں ہیں اور وہ نعوذ باللہ اسلام اور بانئے اسلام کو جھوٹا سمجھتے ہیں۔ کیا آپ کے اکثریتی فارمولا کے مطابق اسلام اور بانئے اسلام ﷺ کو نعوذ باللہ جھوٹا سمجھ لیا جائے؟ فتدبر

ثانیاً آپ نے جن اکثریتی مسلمانوں کے فتویٰ کی بات کی ہے۔ شاعر مشرق اور حکیم الامت علامہ اقبال کی نظر میں ان مسلمانوں کی حیثیت کیا ہے؟ ملاحظہ فرمائیے۔

شور ہے ہو گئے دنیا سے مسلماں نابود ۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ تھے بھی کہیں مسلم موجود؟
وضع میں تم ہو نصاریٰ ، تو تمدن میں ہنود ۔ یہ مسلماں ہیں! جنھیں دیکھ کے شرمائیں یہود!
یوں تو سید بھی ہو، مرزا بھی ہو، افغان بھی ہو ۔ تم سبھی کچھ ہو ، بتاؤ تو مسلمان بھی ہو

جناب شیخ صاحب! مولانا الطاف حسین حالی نے دور حاضر کے مسلمانوں کا جو نقشہ کھینچا ہے سر دست میں اسکو چھوڑتا ہوں۔ اور آپکو حکیم الامت کے الفاظ میں آپکی (۹۹ فیصد) اکثریت کا پتہ چل گیا ہوگا کہ اسکی حقیقت کیا ہے؟ یہ وہ لوگ بن چکے ہیں جنھیں دیکھ کر مغضوب علیہ یہودی بھی منہ چھپاتے پھر رہے ہیں۔ کیا آپ خاتم النبیین ایسی حکیمانہ اصطلاح اور مقام کا ان مسلمان اکثریتی گروہ کا فتویٰ لے رہے ہیں؟ ان للہ و ان الیہ راجعون۔ رہا سوال احمدیوں کے مسلمان ہونے کا تو اس ضمن میں فتویٰ قرآن مجید اور آنحضرت ﷺ کا چلے گا نہ کہ آپ کا یا ان علمائے سوء کا جنکی آپ پیروی کر رہے ہیں۔ باقی رہا میرا دعویٰ تو میں اسکی بات مضمون کے آخر پر کرونگا۔

آپ اپنے مضمون کے صفحہ ۲ پر لکھتے ہیں۔ ''آپ (خاکسار) کے پیش کئے گئے حوالے تحریف شدہ ہیں۔'' جناب شیخ صاحب! کیا آپ نے میرے کسی تحریف شدہ حوالہ کا ثبوت پیش کیا ہے؟ آپ پہلے ان حوالوں کی تحقیق کریں اور پڑتال کر لیں۔ اگر آپکو کوئی تحریف شدہ حوالہ ملا تو پیش کرنا لیکن سر دست میں آپکو یقین دلاتا ہوں کہ مجھے کامل یقین ہے کہ ان حوالوں میں کوئی حوالہ بھی تحریف شدہ نہیں۔ اور بغیر ثبوت کے کسی پر حوالوں کی تحریف کا جھوٹا الزام لگانا فضول اور لغو محض ہے۔ آپ ایک اور جگہ لکھتے ہیں۔ ''تیسری بات کہ آپ نے نواب صدیق حسنؒ، نانوتوی صاحبؒ وغیرہ کے جو حوالے دیئے ہیں یہ بزرگان مرزا صاحب کی زندگی میں ہی مرزا جی کو کافر قرار دے چکے ہیں اور مرزا جی انکو غلط!'' جناب شیخ صاحب! آپ پر فرض تھا کہ اس تکفیر کا کوئی ثبوت بھی دیتے اور بغیر ثبوت کے تو یہ محض جھوٹا الزام ہے۔ آپ کو غالباً ان دونوں علمائے کرام کے حالات زندگی سے واقفیت نہیں۔ مختصراً عرض کرتا ہوں نواب صدیق حسن ۱۴ اکتوبر ۱۸۳۲ء میں قنوج میں پیدا ہوئے۔ دہلی میں تعلیم حاصل کی۔ آپ نے بہت ساری کتابیں لکھیں۔ ۱۸۸۴ء میں حضرت مرزا صاحبؑ نے براہین احمدیہ کی چاروں جلدیں شائع کیں تھیں۔ آپؑ نے اپنی یہ تصنیف لطیف بہت سارے علمائے کرام کو بھیجی۔ ان میں سے ایک نواب صدیق حسن خاں بھی تھے۔ نواب صاحب نے اس کتاب کو چاق کر کے واپس بذریعہ ڈاک حضرت مرزا صاحبؑ کو بھیج دیا۔ یہ ایک غلط اور غیر مہذب حرکت تھی۔ حضرت مرزا صاحبؑ کو آپکی اس حرکت پر افسوس ہوا۔ بہر حال اس حرکت کے بعد اللہ تعالیٰ کا کرنا ایسا ہوا کہ آپکے سارے خطاب بشمول نوابی واپس لے لئے گئے۔ بعد ازاں صدیق حسن کو اپنی اس غلطی کا شدید احساس ہوا اور آپ نے دو اشخاص معافی کیلئے حضرت اقدسؑ کی خدمت میں بھیجے۔ حضرت مرزا صاحبؑ نے اس گستاخی کی معافی دی اور دعا بھی دی۔ بعد ازاں آپکی وفات ۲۰ فروری ۱۸۹۰ء میں ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ کرم کیا کہ آپکی وفات کے بعد آپکے یہ خطابات بحال کر دیئے گئے تھے۔ (بحوالہ تذکرۃ المہدی صفحات ۱۹۹ تا ۲۰۱ مولف پیر سراج الحق نعمانی)

حضرت مرزا صاحبؑ نے ۱۸۹۱ء میں مثیل مسیح کا دعویٰ کیا اور اس دعویٰ کے بعد آپکی تکفیر شروع ہوئی۔ آپ مجھے بتائیں کہ جو شخص ۲۰ فروری ۱۸۹۰ء میں آپکی تکفیر سے بہت پہلے فوت ہو گیا، اس نے حضرت مرزا صاحبؑ کی تکفیر کب کی تھی؟ تکفیر کا ثبوت بحوالہ دیجئے۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ ۱۸۳۳ء میں نانوتہ میں پیدا ہوئے۔ آپ ایک ممتاز عالم دین متقی اور پارسا تھے۔ مدرسہ دار العلوم دیوبند بھی آپ ہی کی کوششوں سے قائم ہوا۔ آپ دیوبند میں ہی ۱۸۸۰ء کو فوت ہوئے۔ ۱۸۸۰ء وہ زمانہ تھا جب حضرت مرزا صاحبؑ کو قادیان میں بھی کم لوگ جانتے تھے۔ اس وقت تک تو آپؑ نے نہ کوئی کتاب لکھی تھی اور نہ کوئی آپؑ کا دعویٰ تھا۔ پھر حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ جو ۱۸۸۰ء میں فوت ہو گئے تھے، نے حضرت مرزا صاحبؑ کی تکفیر کب کی تھی؟ ثبوت مع حوالہ پیش کیجئے۔

آپ نے حضرت مرزا صاحبؑ کو خود ساختہ نبی قرار دیا ہے اور یہ آپکی لاف زنی ہے۔ حضورؑ کو اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل اور رحم کیساتھ امت محمدیہ میں غلام نبی یا امتی نبی ہونے کا

اعزاز بخشا ہے اور یہ غلام نبوت یا امتی نبوت وہ نعمت ہے جسکا اللہ تعالی نے اپنے کلام میں وعدہ فرمایا ہے۔ نبی بنانا یا نہ بنانا اللہ تعالی کا کام ہے۔ آپ اور آپ جیسے دوسرے غلطی خوردہ لوگ اس الہی نعمت کو کیسے بند کر سکتے ہیں؟ آپ لکھتے ہیں کہ انقطائے نبوت کے حق میں ''قران کریم کی ایک سو دس آیات اور دو سو سے زیادہ احادیث اس پر موید و گواہ ہیں۔''

جناب شیخ صاحب! بقول آپکے ختم نبوت کے حق میں قرآن میں ایک سو دس آیات ہیں۔ اگر قرآن میں اس عقیدہ کے حق میں اتنی آیات ہیں تو پھر ہمیں احادیث کی کیا ضرورت ہے۔ یہ ایک سو دس آیات قرآن مجید میں کہاں ہیں؟ آپ نے یہ ایک سو دس آیات کیوں نہیں لکھیں؟ ہم ایک صد کو چھوڑتے ہیں کم از کم آپ دس آیات ہی لکھ دیتے۔ آپ لکھتے تو تب جب آپکے غلط عقیدہ کے حق میں کوئی آیت ہوتی۔ جہاں تک آیت خاتم النبیین کا تعلق ہے تو میں نے اپنے سابقہ مضمون میں بڑی وضاحت کیساتھ لکھا ہے کہ اس آیت سے مراد نبوت کا مطلق خاتمہ نہیں بلکہ اللہ تعالی نے اس آیت کی تفسیر اپنے کلام میں سورہ النساء کی آیت نمبر ۷۰ اور سورہ اعراف کی آیت نمبر ۳۶ میں کر دی ہے۔ یہ دونوں آیات اوپر درج ہو چکی ہیں۔ جناب آپ نے سورہ النساء کی آیت ۷۰﴿ ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین و الصدیقین والشھداء والصلحین و حسن اولئک رفیقاہ ﴾(4=70) ترجمہ۔ اور جو اللہ اور اس رسول کی اطاعت کریں گے وہ ان لوگوں میں شامل ہونگے جن پر اللہ نے انعام کیا ہے یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین اور یہ لوگ اچھے رفیق ہیں۔ پر بھی یہ اعتراض کیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ'' اس میں مع کا لفظ ہے جسکے معنی ساتھ ہوتے ہیں، یہاں معیت ہے عینیت نہیں، چونکہ دنیا میں ہر مومن کو معیت حاصل نہیں ہوتی، اسلئے اس سے مراد معیت فی الآخرۃ ہی ہے، آیت مبارکہ میں درجات ملنے کا ذکر نہیں بلکہ جو اللہ تعالی اور اسکے رسول ﷺ کی اطاعت کرے وہ آخرت میں انبیاء، صدیقوں، شہیدوں اور صالحین کیساتھ ہوگا، جیسا کہ آیت کے آخری الفاظ حسن اولئک رفیقا ظاہر کرتے ہیں۔''

جناب شیخ صاحب! آپکی یہ منطق اور استدلال غلط ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالی نے اپنے اور اپنے رسول ﷺ کی اطاعت کرنیوالوں کے متعلق فرمایا ہے کہ وہ انعام یافتہ (منعم علیہ گروہ) کیساتھ ہونگے۔ آپکو یاد رہے کہ انعام یافتہ (نبی، صدیق، شہید اور صالح) لوگوں کیساتھ انعام یافتہ (نبی، صدیق، شہید اور صالح) لوگ ہی ہوا کرتے ہیں۔ اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ بعض آپ ایسے لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ یہاں ''مع'' کا لفظ ہے اور معنی یہ ہیں کہ یہ لوگ منعم علیہ گروہ کیساتھ ہونگے نہ کہ خود منعم علیہ گروہ میں شامل، اگر آپ ایسے لوگوں کی اس منطق کے مطابق اس آیت کے معنی کیئے جائیں تو اس آیت کے یہ معنی بن جائیں گے کہ یہ سب لوگ (اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کرنیوالے) نبیوں کیساتھ ہونگے نبی نہیں ہونگے، صدیقوں کے ساتھ ہونگے مگر صدیقوں میں شامل نہیں ہونگے، شہیدوں کیساتھ ہونگے لیکن شہیدوں میں شامل نہیں ہونگے اور صالحین کیساتھ ہونگے لیکن صالحین میں شامل نہیں ہونگے۔ گویا ان معنوں کی رو سے امت محمدیہ نعوذ باللہ اتنی بدبخت واقع ہوئی ہے کہ یہ نہ صرف نبوت سے محروم ہوئی ہے بلکہ صدیقیت سے بھی محروم ہوگئی ہے اور رسول ﷺ نے یہ جو فرمایا تھا کہ ابوبکر صدیق ہے نعوذ باللہ غلط ہے۔ وہ شہداء کے درجہ سے بھی محروم ہوگئی اور جو یہ خیال ہے کہ اس امت محمدیہ میں بہت سارے صلحاء گزرے ہیں یہ بھی نعوذ باللہ جھوٹ ہے۔

جناب شیخ صاحب! کیا کوئی عقلمند اور صاحب شعور شخص آپکے ان معنوں کو قبول کر سکتا ہے؟ جناب ''مع'' کے معنی صرف ساتھ کے ہی نہیں بلکہ شمولیت کے بھی ہوتے ہیں۔ اللہ تعالی سورہ آل عمران آیت ۱۹۳ میں مومنوں کو یہ دعا سکھلاتا ہے و توفنا مع الابرار o اے اللہ ہم کو ابرار کیساتھ موت دے اور ہر مومن اسکے یہی معنی کرتا ہے کہ اے اللہ مجھے ابرار میں شامل فرما کر موت دے۔ یہ معنی کوئی نہیں کرتا کہ اے اللہ جس دن کوئی نیک آدمی مرے اسی دن مجھے بھی مار دینا۔ سورہ الحجر آیت ۳۳ میں آتا ہے ''قال یا بلیس ما لک الا تکون مع السجدین'' فرمایا اے ابلیس! تو کیوں سجدہ کرنیوالوں کیساتھ نہیں ہوا۔ مگر سورہ الاعراف آیت ۱۲ میں آتا ہے'' لم یکن من السجدین'' ابلیس سجدہ کرنیوالوں میں شامل نہ ہوا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ''مع'' قرآن مجید میں ''من'' کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

آگے آپ لکھتے ہیں: ''پھر آپ ان اللہ مع الصابرین کے کیا معنی کریں گے؟'' بلاشبہ اللہ تعالی اس دنیا میں بھی صابروں کیساتھ ہے۔ اللہ تعالی چونکہ شکل وصورت سے پاک اور ماوراء ہے۔ وہ ایک نور ہے اور ''اعلی انتہائی ہمہ گیر حق'' ہے اور وہ ہر جگہ موجود ہے۔ جناب شیخ صاحب! جب اللہ تعالی نے اپنے کلام میں لفظ ''مع'' کو ساتھ کے علاوہ ''من'' کے معنوں میں بھی استعمال فرمایا ہے تو پھر متذکرہ بالا سورہ النساء کی آیت ۷۰ کے مضمون میں اور اللہ تعالی کے صابروں کیساتھ ہونے میں آپکو کیا شک ہے؟

آپ لکھتے ہیں!''اور مزید اس حدیث کی کیا تشریح کریں گے؟ قال رسول اللہ ﷺ التاجر الصدوق الامین مع النبیین و الصدیقین و الشھداء۔ ترجمہ، آپ نے فرمایا کہ سچا تاجر امانتدار (قیامت کے دن) نبیوں، صدیقوں اور شہداء کیساتھ ہوگا۔ اب اگر آپکے معنی لیئے جائیں تو ہر سچا اور ایماندار تاجر نبی ہوگا، کتنے نبی دکھا سکتے ہیں آپ؟''

جناب آپ نے اس حدیث کا کوئی حوالہ نہیں دیا۔ دوسرے اس حدیث اور سورہ النساء کی آیت ۷۰ کے مضمون میں بڑا واضح فرق ہے۔ اور میں اوپر لکھ چکا ہوں کہ کلام اللہ میں لفظ

''مع''،بعض اوقات''ساتھ''کے معنوں میں استعمال ہوا ہے اور بعض اوقات''من''یعنی میں کے معنوں میں۔اگر آنحضرت ﷺ اس طرح فرماتے کہ التاجر الصدوق الامین مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین و الصدیقین والشھداء تو پھر یقیناً آنحضرت ﷺ کی مراد رتبہ ہوتی کہ سچا اور امانتدار تاجر نبیوں، صدیقوں اور شہداء میں شامل ہوگا۔لیکن آنحضرت ﷺ نے تو یہ فرمایا ہی نہیں بلکہ آپ ﷺ نے جس طرح حدیث بیان فرمائی ہے،اس میں انعم اللہ علیھم یعنی رتبہ کا ذکر ہی نہیں بلکہ منعم علیہ گروہ کے ساتھ ہونے کا ذکر ہے۔

جناب شیخ صاحب!آپ نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہؓ کی بیان فرمودہ حدیث پر جو یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ بے سند ہے تو اس ضمن میں عرض ہے کہ شیخ الامام حضرت ابن قتیبہ(متوفی ۲۶۷ھ)،مشہور امام اہل سنت ملا علی قاریؒ اور حضرت شاہ ولی اللہ مجدد و محدث دہلویؒ کے مقابلہ میں آپکے علم اور فتوی کی کیا حیثیت ہے؟ یہ سب بزرگ جنہوں نے حضرت عائشہؓ کی اس روایت کو اپنی کتابوں میں نقل فرمایا ہے آپ سے زیادہ بہتر جانتے تھے کہ یہ حدیث سند یافتہ ہے یا کہ بے سند یا اس حدیث کی اہمیت امت مسلمہ میں کیا ہے؟ مجمع البحار کے جوادھورے حوالے کے متعلق آپ نے لکھا ہے تو اس سلسلہ میں عرض ہے کہ جناب شیخ صاحب!مجمع البحار کے مصنف جناب حضرت امام محمد طاہرؒ(متوفی ۱۵۷۸ء) کے پاؤں کی آپ خاک بھی نہیں ہو۔آپ کیا ان پر اعتراض کر رہے ہیں؟ حضرت امام محمد طاہرؒ حضرت عائشہؓ کے اس ارشاد کی تشریح فرماتے ہوئے مجمع البحار میں لکھتے ہیں۔

''ھذا ناظر الی نزول عیسی وھذا ایضا لا ینافی حدیث لا نبی بعدی لانہ اراد لانبی ینسخ شرعہ۔''(تکملہ مجمع البحار صفحہ ۸۵)ترجمہ حضرت عائشہؓ کا یہ قول اس بنا پر ہے کہ عیسی علیہ السلام نے بحیثیت نبی نازل ہونا ہے اور یہ قول حدیث لانبی بعدی کے خلاف بھی نہیں کیونکہ آنحضرت ﷺ کی مراد اس قول سے یہ ہے کہ آپ ﷺ کے بعد ایسا نبی نہیں ہوگا جو آپ ﷺ کی شریعت منسوخ کرے۔

حضرت امام محمد طاہرؒ کے اس حوالہ سے درج ذیل دو باتیں ثابت ہوتی ہیں۔

(۱)لا نبی بعدی سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کی شریعت کو منسوخ کرنیوالا کوئی نبی نہیں آسکتا۔ہاں غلام یا امتی نبوت جسکی اللہ اور رسول ﷺ کی پیروی میں قرآن پاک بشارت دے رہا ہے،وہ جاری وساری ہے۔

(۲)یہ بھی درست ہے کہ حضرت عائشہؓ کا یہ قول اس بناء پر ہے کہ عیسیؑ نے بحیثیت نبی نازل ہونا ہے۔یہاں نازل ہونے سے مراد قطعاً یہ نہیں ہے کہ کسی نے آسمان سے نازل ہونا ہے کیونکہ آسمان پر تو کوئی گیا ہی نہیں ہے۔قرآن پاک اس حیات عیسیؑ کے باطل عقیدہ کی نفی فرما رہا ہے۔اور اس طرح اس عیسی سے مراد یقیناً کوئی امتی مثیل عیسی ہے۔اور یہی حضرت مرزا صاحبؑ کا عقیدہ اور دعوی ہے کہ آپؑ مثیل عیسی اور غلام یا امتی نبی ہیں۔اس میں مخالفوں کو سیخ پا ہونے کی کیا ضرورت ہے؟

جہاں تک کسی حدیث کے بے سند ہونے کا تعلق ہے تو یاد رہے کہ کوئی حدیث خواہ کتنی ہی متواتر ہو،اگر اسکا مضمون کلام اللہ کے مخالف ہے تو ایسی حدیث رد ہونے کے لائق ہے۔ برخلاف اسکے اگر کوئی حدیث غیر متواتر بھی ہو لیکن اسکا مضمون کلام اللہ کے مطابق ہو تو شیخ صاحب ایسی حدیث کو قبول کرنا چاہیے۔میرے سوال کے جواب میں آپ نے یہ اعتراض کیا ہے کہ ان احادیث شریف کے حوالوں کا جنہیں میں نے اپنے مضمون میں قلم بند کیا ہے کیا حضرت مرزا صاحبؑ کو علم نہیں تھا؟ جناب شیخ صاحب،ان احادیث کا حضرت مرزا صاحبؑ کو بخوبی علم تھا لیکن اسکے باوجود آپ نے اپنی غلام یا امتی نبوت کا کھل کر اظہار ۱۹۰۱ء میں کیا۔اسکی وجہ میں اپنے سابقہ مضمون میں بیان کر چکا ہوں۔اگر آپکو یاد نہیں رہی یا اگر آپکا حافظہ کمزور ہے تو میں کیا کروں؟ میں نے لکھا تھا کہ نبی اور رسول بھی بشر اور انسان ہوتا ہے۔اسکو اتنا ہی علم حاصل ہوتا ہے جتنا اللہ تعالی اسے دیتا ہے۔ دوسری بات یہ کہ اللہ تعالی کا انتہائی قرب پانے والے یہ لوگ دعاوی کے معاملہ میں بہت حساس ہوتے ہیں اور بہت احتیاط برتتے ہیں۔جب تک ان کو کسی بات کا قطعی طور پر علم نہیں ہو جاتا بلکہ میں تو یہ بھی کہوں گا کہ کسی بات کا قطعی علم ہو جانے کے بعد بھی کافی عرصہ تک یہ لوگ کسر نفسی کی بدولت دعوی کرنے سے گریز کرتے ہیں تاوقتیکہ انہیں جب اللہ تعالی کی ناراضگی کا ڈر پیدا ہو جاتا ہے تو پھر یہ لوگوں کے آگے،شیر کی طرح ڈنکے کی چوٹ پر اس رحمت خداوندی کا جو انکے شامل حال ہوئی ہوتی ہے،کا اعلان کر دیتے ہیں۔ میرے پیارے آقا حضرت مرزا صاحبؑ کا بھی یہی حال تھا۔

خاتم النبیین کے لغوی معانی جو آپ نے لکھے ہیں،ان معانی سے وہ تمام علمائے ربانی واقف تھے جنہوں نے خاتم النبیین کی یہ تشریح کی ہے کہ اس سے مراد صرف تشریعی نبوت کا انقطاع ہے نہ کہ امتی یا غیر تشریعی نبوت کا اور ان معانی سے حضرت مرزا صاحبؑ بھی آگاہ تھے۔یہ بات کلیتہً درست ہے کہ آنحضرت ﷺ پر ایک کامل شریعت نازل ہو چکی ہے اور اب آپ ﷺ کے بعد کسی نبی کا آنا محال ہے۔چونکہ اللہ تعالی ازل سے ابد تک کا علم رکھتا ہے اور جانتا تھا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد بعض متکبر اور نفسانی لوگوں نے خاتم النبیین کی آڑ میں نبوت ایسی اعلی نعمت کا انکار کرنا تھا لہذا اگرچہ آنحضرت ﷺ کے بعد کسی نبی کی بظاہر ضرورت نہیں تھی۔لیکن پھر بھی اللہ تعالی نے اس جھوٹے عقیدہ ختم نبوت کو جھٹلانے کیلئے آپ ﷺ کے بعد ایک امتی یا غلام نبی بھیجا ہے اور آنحضرت ﷺ کے بعد آپکی کی پیروی میں ایک نبی کے آنیکی یہی حکمت ہے۔بالکل اسی طرح یہ بات بھی درست ہے کہ

حضرت مرزا غلام احمد مہدی مہود و مسیح موعودؑ نے دین اسلام کی ایسی تجدید اور اصلاح کی کہ اب آپ کے بعد بظاہر کسی مجدد اور مصلح کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔لیکن چونکہ اللہ تعالی کو علم تھا کہ آپؑ کے بعد آپکی جماعت میں کچھ لوگوں نے اپنے ذاتی مفادات کو تحفظ دینے کی خاطر یہ جھوٹا عقیدہ گھڑنا تھا کہ اب حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کے بعد خلیفہ کے ہوتے ہوئے نہ کسی مجدد کی ضرورت ہے اور نہ کسی مجدد نے آنا ہے۔اللہ تعالی نے اس باطل عقیدہ کو جھٹلانے کیلئے حضورؑ کی زندگی میں ہی آپکو ایک زکی غلام کی بشارت بخشی جسے آپ نے مصلح موعود کا نام دیا۔

آپ نے ایک اعتراض یہ بھی کیا ہے کہ خاکسار نے سورہ فاتحہ کی آخری آیت کو ادھورا نقل کیا ہے اور آپ لکھتے ہیں کہ ادھوری آیت کے معنی بھی ادھورے ہوتے ہیں۔جناب من! میں کم از کم سورہ فاتحہ کی آخری آیت کے متعلق آپکے اس استدلال سے اتفاق نہیں کرتا۔آیت اس طرح ہے۔صراط الذین انعمت علیھم ہ غیر المغضوب علیھم و لاالضالین o ترجمہ۔راہ ان لوگوں کی جن پر تو نے انعام کیا نہ انکی جن پر غضب کیا گیا اور نہ گمراہوں کی۔(ترجمہ تفسیر ابن کثیر) اس سے پہلی آیت میں جس ہدایت کی دعا کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ اے اللہ تعالی ہمیں منعم علیہ گروہ یعنی انعام یافتہ گروہ میں شامل ہونے کی توفیق بخشا اور مغضوب علیہ گروہ اور ضالین کی راہ پر قدم مارنے سے بچانا۔جناب شیخ صاحب! آپ مجھے بتائیں کہ ترجمہ میں کیا فرق پڑا ہے؟ اور انعام یافتہ کون ہیں؟ حضرت حافظ ابن کثیر اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں۔﴿اور جن پر اللہ کا انعام ہوا ان کا بیان سورۃ نساء میں آچکا ہے فرمان ہے ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیھم الخ یعنی اللہ اور اس رسول ﷺ کے کہے پر عمل کرنے والے انکے ساتھ ہونگے جن پر اللہ کا انعام ہے جو نبی، صدیق، شہید، صالح لوگ ہیں، یہ بہترین ساتھی اور اچھے رفیق ہیں۔﴾(تفسیر ابن کثیر جلد ا صفحہ ۵۵)

شیخ صاحب! ساتھ ہونے سے مراد ''میں شامل'' ہونے کے ہیں جسکی وضاحت پہلے ہو چکی ہے، دوبارہ اعادہ کی ضرورت نہیں۔

مغضوب علیھم اور ضالین کون ہیں؟ جب صحابہؓ نے آنحضرت ﷺ سے یہ سوال پوچھا تو آپ ﷺ نے جواباً فرمایا کہ یہود اور نصاری۔اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا کہ خدا کی قسم! جس طرح جوتی جوتی سے ملتی ہے اسی طرح میری قوم کے لوگ ایک دن ان پہلی قوموں کے نقش قدم پر چلیں گے (ترمذی) اسی طرح حضرت ابن کثیرؒ مغضوب علیھم اور ضالین کے متعلق فرماتے ہیں۔﴿یہودیوں کے ہاں علم نہیں اور نصاری کے ہاں علم نہیں اسی لئے یہودیوں پر غضب ہوا اور نصرانیوں کو گمراہی ملی۔اسلئے کہ علم کے باوجود عمل کو چھوڑ نا غضب کا سبب ہے اور نصرانی گو ایک چیز کا قصد کرنے کے باوجود صحیح راستہ کو نہیں پاسکتے اسلئے کہ انکا طریقہ کار غلط ہے اور اتباع حق سے ہٹے ہوئے ہیں یوں تو غضب اور گمراہی ان دونوں جماعتوں کے حصہ میں ہے لیکن یہودی غضب کے حصہ میں پیش پیش ہیں۔جیسے کہ اور جگہ قرآن کریم میں ہے من لعنہ اللہ و غضب علیہ اور نصرانی ضلالت میں بڑھے ہوئے ہیں۔فرمان الہی ہے قد ضلوا من قبل وا ضلوا اکثیر اوضلوا عن سواء السبیل یعنی یہ پہلے ہی سے گمراہ ہیں اور بہتوں کو گمراہ کر بھی چکے ہیں اور سیدھی راہ سے بھٹکے ہوئے ہیں۔﴾(تفسیر ابن کثیر جلد ا صفحہ ۵۵تا۵٦) ایک اور جگہ آپ حضرت مرزا صاحبؑ کے یہ الفاظ اعتراض کے رنگ میں نقل کرتے ہیں۔

''شریعت کیا چیز ہے جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند امر اور نہی بیان کئے اور اپنی امت کیلئے ایک قانون مقرر کیا وہی صاحب الشریعت ہو گیا۔ پس اس تعریف کی رو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں، کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہیں اور نہی بھی۔'' جناب شیخ صاحب! آپ نے حضرت مرزا صاحبؑ کے یہ الفاظ محض دھوکہ دینے کیلئے نقل کئے ہیں تاکہ حضورؑ کا تشریعی نبوت کا دعوی ثابت کیا جاسکے۔حالانکہ یہ سراسر جھوٹ ہے۔حضورؑ نے یہ الفاظ مخالفین کے دیگر عذرات جو ذیل میں درج کئے جائیں گے، کو باطل ثابت کرنے کیلئے لکھے تھے نہ کہ ان الفاظ میں حضورؑ نے اپنا کوئی تشریعی نبوت کا دعوی کیا تھا۔آپؑ نے امتی یا غلام نبوت کا دعوی کیا اور اس کیلئے بھی ظلی اور بروزی ایسی اصطلاحیں استعمال کیں تاکہ لوگ میرے دعوی کو کوئی مستقل نبوت یا آنحضرت ﷺ کے بالمقابل نبوت کا دعوی نہ سمجھ لیں۔لیکن بدفطرت لوگ اللہ تعالی سے نہ ڈرے اور انہوں نے حضورؑ کی طرف وہ دعاوی منسوب کئے جو آپؑ کے وہم و گمان میں بھی نہ تھے۔شیخ صاحب! آج آپ بھی مجھ سے نبوت کا دعوی منسوب کر کے وہی سفید جھوٹ بول رہے ہیں جیسا کہ پہلے حضرت مرزا صاحبؑ کے خلاف آپکے مخالفوں نے بولے تھے۔

دراصل حضرت مرزا صاحبؑ نے آیت لو تقول علینا سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا کہ جھوٹا مدعی ماموریت مجدد ہو یا محدث آنحضرت ﷺ کے زمانہ نبوت کے برابر جو ۲۳ سال کا عرصہ ہے، دعوی کرنے کے بعد زندہ نہیں رہ سکتا۔مخالفین کی طرف سے اس استدلال پر چند اعتراضات کئے گئے۔پہلا اعتراض یہ تھا کہ اس آیت سے تو صرف تشریعی نبوت کے جھوٹے دعویدار کا ہلاک ہونا اور ۲۳ سال کا زمانہ حیات نہ پانا ثابت ہے نہ کہ ہر مدعی وحی والہام کا۔چونکہ آپ مدعی مجددیت اور محدثیت ہیں اسلئے آپکے دعوی پر اس آیت سے استدلال نہیں کیا جاسکتا۔آپؑ نے مخالفین کے اس اعتراض کو رد کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ محض فضول اور کوتاہ اندیشانہ خیال ہے۔اول اس واسطے کہ اس آیت میں صاحب شریعت کی کوئی قید نہیں۔آپؑ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک وہ تشریعی نبوت کا مدعی ہو یا وحی ولایت کا، جھوٹا ہونے کی حالت میں ۲۳ سال کا عرصہ ہرگز نہیں پاسکتا بلکہ اس سے پہلے ہی لو تقول علینا کے مطابق اسکی قطع وتین ہوجائے گی۔دوسرا اعتراض یہ تھا کہ اوامر و نواہی تو صرف تشریعی انبیاء کی وحی میں ہی ہوتے ہیں۔حضورؑ نے جواباً فرمایا کہ

یہ بھی غلط ہے کیونکہ اوامر ونواہی نہ صرف انبیاء کی وحی میں ہی ہوا کرتے ہیں بلکہ وحی ولایت میں بھی ہو سکتے ہیں جیسا کہ حضرت ام موسیٰ کی وحی میں موجود ہیں۔اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ یہ بات تشریعی نبوت کی خصوصیات میں سے نہیں ہے بلکہ یہ اوامر ونواہی تو صحابہ کرامؓ اور اولیاء عظامؒ کے الہامات میں بھی پائے جاتے ہیں۔تیسرا اعتراض یہ کیا گیا تھا کہ لو تقول علینا کے تحت شریعت جدیدہ لانے والا ہی جھوٹا مدعی ہلاک ہوتا ہے اور شریعت جدیدہ وہ ہوتی ہے جس میں بالکل نئے احکام ہوں تو حضورؑ نے اسکے جواب میں فرمایا کہ اس خیال سے تو پھر قرآن شریف کو بھی شریعت جدیدہ کہنے سے ہاتھ دھونے پڑیں گے کیونکہ اس میں بھی بعض احکام وہی ہیں جو پہلی شریعتوں میں تھے۔چوتھا اعتراض یہ تھا کہ شریعت سے مراد وہ ہے جس میں باستیفاء امر اور نہی کا ذکر ہو اور اس کا مدعی ہی اگر اللہ تعالیٰ پر افتراء کرے گا تو ہلاک ہوگا ورنہ نہیں۔تو حضورؑ نے جواباً فرمایا کہ یہ بھی غلط ہے کیونکہ اس صورت میں سنت، حدیث اور اجتہاد کی قطعاً کوئی گنجائش نہ رہے گی۔حضورؑ نے فرمایا کہ ’’غرض یہ سب خیالات فضول اور کوتہ اندیشیاں ہیں۔‘‘ (روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۴۳۶) امر واقع یہ ہے کہ نہ جھوٹا دعویٰ کر کے ہلاک ہونے کیلئے تشریعی نبوت کی شرط ہے اور نہ صرف تشریعی نبی کی وحی میں ہی اوامر ونواہی ہوتے ہیں بلکہ آنحضرت ﷺ کے بعد مجددینؒ اور اولیاء کرامؒ کے الہامات میں بھی اوامر ونواہی ہوتے ہیں جیسا کہ انکی کتابوں میں لکھے موجود ہیں۔یہ تھے مخالفین کے بیجا اور جھوٹے اعتراضات، جو آپؑ نے دلائل کیساتھ رد کئے۔بالآخر میں قارئین سے درخواست کرونگا کہ وہ حضورؑ کے رسالے اربعین نمبر ۳ اور اربعین نمبر ۴ کو (روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۳۸۶ سے ۴۸۴ تک) شروع سے لیکر آخر تک پڑھیں تا کہ حضورؑ کے متذکرہ بالا الفاظ کی حقیقت کا انہیں پتہ چلے۔

پیشگوئی مصلح موعود اور اسکا ثبوت!

خدائے رحیم وکریم بزرگ وبرتر نے جو ہر ایک چیز پر قادر ہے (جل شانہ وعزاسمہ) مجھ کو اپنے الہام سے مخاطب کر کے فرمایا کہ:۔

’’میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔سو میں نے تیری تضرعات کو سنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بپایہ قبولیت جگہ دی۔اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لودھیانہ کا سفر ہے) تیرے لیے مبارک کر دیا۔سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔اے مظفر! تجھ پر سلام۔خدا نے یہ کہا۔تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں۔موت کے پنجہ سے نجات پاویں۔اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں۔اور تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو۔اور تا حق اپنی تمام برکتوں کیساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کیساتھ بھاگ جائے۔اور تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں۔جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔اور تا وہ یقین لائیں۔کہ میں تیرے ساتھ ہوں۔اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے۔اور خدا کے دین اور اسکی کتاب اور اسکے پاک رسول محمد مصطفےٰ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔

سو تجھے بشارت ہو۔کہ ایک وجیہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت ونسل ہوگا۔خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے۔اس کا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے۔اس کو مقدس روح دی گئی ہے۔اور وہ رجس سے پاک ہے۔وہ نور اللہ ہے۔مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔

اس کے ساتھ فضل ہے۔جو اسکے آنے کے ساتھ آئیگا۔وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔وہ کلمۃ اللہ ہے۔کیونکہ خدا کی رحمت وغیوری نے اسے کلمۂ تمجید سے بھیجا ہے۔وہ سخت ذہین وفہیم ہوگا۔اور دل کا حلیم۔اور علوم ظاہری وباطنی سے پر کیا جائے گا۔اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔(اسکے معنی سمجھ میں نہیں آئے) دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔فرزند دلبند گرامی ارجمند۔مظھر الاول و الاخر۔ مظھر الحق والعلاء کان اللہ نزل من السماء۔جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔نور آتا ہے نور۔جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے۔اور خدا کا سایہ اسکے سر پر ہوگا۔وہ جلد جلد بڑھے گا۔اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا۔اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا۔و کان امرًا مقضیًا۔‘‘ (اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء بحوالہ مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ ۱۰۰ تا ۱۰۲)

پیشگوئی غلام مسیح الزماں (مصلح موعود) اور اسکے کے ثبوت کے متعلق کچھ لکھنے سے قبل پیشگوئیوں کے اغراض ومقاصد کے متعلق کچھ عرض کرتا ہوں۔اولاً۔پیشگوئیاں یضل بہ کثیرًا و یھدی بہ کثیرًا کا مصداق ہوتی ہیں۔لہٰذا انکے سلسلہ میں بہت احتیاط اور فکر کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ ان میں اللہ تعالیٰ کو خلق اللہ کی آزمائش منظور ہوتی ہے۔ثانیاً۔پیشگوئی کا کوئی قطعی ایک پہلو نہیں ہوتا بلکہ کسی جگہ ظاہری رنگ میں اور کسی جگہ استعارہ کے رنگ میں پوری ہوتی ہے ثالثاً۔صوم وصلوٰۃ کی طرح پیشگوئی کو ایک حقیقت منکشفہ سمجھنا بڑی بھاری غلطی ہے۔

جناب شیخ صاحب! (۱)۔توریت (یسعیاہ باب ۷ آیت ۱۴) میں لکھا ہے۔''لیکن خداوند آپ تم کو ایک نشان بخشے گا۔ دیکھو ایک کنواری حاملہ ہوگی اور بیٹا پیدا ہوگا اور وہ اسکا نام عمانوایل رکھے گی۔'' آج سے دو ہزار سال قبل جب ایک بچہ داؤد کی نسل سے ایک لڑکی مریم کے ہاں پیدا ہوا تو یسعیاہ کی یہ پیشگوئی پوری ہوگئی تھی۔ لیکن آپ جانتے ہیں کہ اس وقت کے یہودیوں نے موعود حضرت مریمؑ کو نعوذ باللہ بدکار قرار دیا اور اسکے موعود بیٹےؑ کو نعوذ باللہ ولد الحرام قرار دیا۔ شیخ صاحب مجھے یقین ہے کہ اگر آپ بھی اس وقت ہوتے تو موعود مریمؑ اور اسکے موعود بیٹے کے بارے میں آپ کا بھی وہی فتوی ہوتا جو اس وقت کے یہودیوں کا تھا۔ یہ تو دو ہزار سال پہلے کی بات تھی لیکن اگر آج بھی آپکے ماحول میں ایسا واقعہ ہو جائے تو بھی آپ کا فتوی دو ہزار سال پہلے یہودیوں ایسا ہوگا۔ آج آپ بھی پیشگوئی مصلح موعود اور اسکے بیان فرمانے والے کے متعلق بڑھ بڑھ کر باتیں کر رہے ہیں۔ اگر یہ پیشگوئی نعوذ باللہ جھوٹی ہے تو آپکو کوئی نہیں پوچھے گا اور نہ آپکا کوئی نقصان ہوا ہے بلکہ پیشگوئی بیان فرمانے والے سے پوچھ گچھ ہوگی۔ لیکن اگر یہ پیشگوئی سچی ہے، جیسا کہ میرے دعوی کے ثبوت سے ظاہر ہے اور اسکا بیان فرمانے والا بھی سچا ہے تو پھر آپکا بھی وہی انجام مجھے نظر آرہا ہے جو کہ دو ہزار سال قبل حضرت مسیح ابن مریمؑ کے انکار کرنیوالوں کا تھا۔

(۲)۔توریت (میکاہ باب ۵ آیت ۲) میں لکھا ہے۔''لیکن اے بیت لحم افراتاہ اگرچہ تو یہوداہ کے ہزاروں میں شامل ہونے کیلئے چھوٹا ہے تو بھی تجھ میں سے ایک شخص نکلے گا اور میرے حضور اسرائیل کا حاکم ہوگا اور اسکا مصدر زمانہ سابق ہاں قدیم الآیام سے ہے۔'' جناب یہ پیشگوئی بھی موسوی مریم کے بیٹے کے متعلق تھی۔ میرا آپ سے سوال ہے کہ کیا یہ پیشگوئی اپنے الفاظ کے مطابق پوری ہوئی؟ کیا مریم کا بیٹا اپنے وقت میں بنی اسرائیل کا حاکم ہوا؟ اب آپکے ظاہری الفاظ والے فلسفہ کے مطابق تو یہ پیشگوئی بھی پوری نہ ہوئی۔ حالانکہ قرآن مجید کے مطابق حضرت مریم صدیقہ اور مومنہ تھیں اور آپکا بیٹا بنی اسرائیل کی طرف بھیجا گیا نبی اور رسول تھا۔ اب کیا قرآنی فیصلہ کے مطابق اس وقت کے تمام یہودی چند حواریوں کے سوا اس پیشگوئی کی وجہ سے جہنم رسید نہیں ہوئے؟ جناب شیخ صاحب! آج آپ بھی وہی کام کرتے ہوئے پیشگوئی مصلح موعود کے الفاظ پر سخت پنجہ مار رہے ہیں۔ مجھے آپکی فکر ہے۔

(۳)۔اب توریت کی ایک اور پیشگوئی کی طرف آتا ہوں جو اس طرح بیان کی گئی ہے۔''خداوند تیرا خدا تیرے لئے تیرے ہی درمیان سے یعنی تیرے ہی بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کریگا۔ تم اسکی سننا۔۔۔۔ میں انکے لئے ان ہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کرونگا اور اپنا کلام اسکے منہ میں ڈالونگا اور جو کچھ میں اسے حکم دونگا وہی وہ ان سے کہے گا۔'' (استثنا باب ۱۸ آیات ۱۵ اور ۱۸) سب جانتے ہیں کہ یہ پیشگوئی آنحضرت ﷺ کی بعثت کے بارے میں ہے۔ پیشگوئی کے ظاہری الفاظ کے مطابق تو مثیل موسی بنی اسرائیل میں سے ہی ہونا چاہیے تھا کیونکہ لکھا ہے''تیرے ہی درمیان سے یعنی تیرے ہی بھائیوں میں سے''۔ اب آپ بتائیں کہ کیا آنحضرت ﷺ بنی اسرائیل میں سے تھے؟ نہیں بلکہ آپ ﷺ بنی اسماعیل میں سے تھے۔''اب اس بات کا قطعی اور بدیہی طور پر کیونکر فیصلہ ہو کہ بنی اسرائیل کے بھائیوں میں سے مراد فقط بنی اسماعیل ہی ہیں بلکہ یہ لفظ کہ ''تیرے ہی درمیان سے'' لکھا ہے۔ زیادہ عبارت کو مشتبہ کرتا ہے۔ اور گو ہم لوگ بہت سے دلائل اور قرائن کو ایک جگہ جمع کر کے اور آنحضرت ﷺ اور حضرت موسی میں جو مماثلت ہے بپایہ ثبوت پہنچا کر ایک حق کے طالب کیلئے نظری طور پر یہ بات ثابت کر دکھاتے ہیں کہ درحقیقت اس جگہ پیشگوئی کا مصداق بجز ہمارے نبی ﷺ کے اور کوئی شخص نہیں۔ لیکن یہ پیشگوئی ایسی صاف اور بدیہی تو نہیں کہ ہر ایک اجہل اور احمق کو اسکے ذریعہ سے ہم قائل کر سکیں بلکہ اسکا سمجھنا بھی پوری عقل کا محتاج ہے اور پھر سمجھانا بھی پوری عقل کا محتاج۔'' (روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۲۴۱)

جناب شیخ صاحب! اب آپکے ظاہری الفاظ کا کیا کریں؟ اب آپ جس قاعدہ اور کلیہ کے مطابق پیشگوئی مصلح موعود کے متعلق میرا دعوی جھٹلا رہے ہیں، کیا آپ توریت کی اس پیشگوئی کے مطابق آنحضرت ﷺ کے دعوی کو بھی جھٹلا دیں گے کیونکہ آپ ﷺ بنی اسرائیل میں سے نہیں تھے؟ یہاں آپکی الفاظ پرستی کہاں جائے گی؟ اب اگر اللہ تعالی کو اپنی مخلوق کی آزمائش اور ابتلاء منظور نہ ہوتا تو پھر اللہ تعالی کو اس طرح بیان کرنا چاہیے تھا کہ، اے موسی میں تیرے بعد بائیسویں صدی میں ملک عرب میں بنی اسماعیل کی نسل سے ایک نبی برپا کرونگا جس کا نام نامی محمد ﷺ ہوگا اور اسکے باپ کا نام عبداللہ اور دادا کا نام عبدالمطلب اور والدہ کا نام آمنہ ہوگا اور وہ شہر مکہ میں پیدا ہونگے اور انکا حلیہ یہ ہوگا۔ اب ظاہر ہے کہ اگر کوئی ایسی پیشگوئی توریت میں ہوتی تو کوئی بھی اعتراض نہ کرتا اور تمام شریروں کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے جاتے لیکن اللہ تعالی نے ایسا نہیں کیا۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا اللہ تعالی ایسا کرنے پر قادر نہیں تھا؟ جواب ہے کہ بلاشبہ قادر تھا بلکہ اگر چاہتا تو اس سے بھی بڑھ کر ایسے صاف صاف اور کھلے کھلے نشان لکھ دیتا کہ سب گردنیں ان کی طرف جھک جاتیں اور دنیا میں کوئی منکر نہ رہتا۔ لیکن اللہ تعالی نے اس تصریح اور توضیح سے لکھنا پسند نہیں کیا کہ ہمیشہ پیشگوئیوں میں اسے ایک قسم کا ابتلاء منظور ہوتا ہے تا سمجھنے والے اور حق کے سچے طالب اسکو سمجھ لیں اور جنکے نفسوں میں نخوت اور تکبر اور جلد بازی اور ظاہر بینی ہوتی ہے وہ اسکے قبول کرنے سے محروم رہ جائیں۔ پیشگوئیوں کے سلسلہ میں حضورؑ نے یہ نصیحت فرمائی ہے۔

﴿ یہ بات نہایت کارآمد اور یاد رکھنے کے لائق تھی کہ جو لوگ اللہ تعالی کے مامور ہو کر آتے ہیں خواہ وہ رسول ہوں یا نبی یا محدث اور مجدد۔ انکی نسبت جو پہلی کتابوں میں یا رسولوں کی معرفت پیشگوئیاں کی جاتی ہیں انکے دو حصے ہوتے ہیں۔ ایک وہ علامات جو ظاہری طور پر وقوع میں آتی ہیں اور ایک متشابہات جو استعارات اور مجازات کے رنگ میں ہوتی ہیں۔

پس جنکے دلوں میں زیغ اور کجی ہوتی ہے وہ متشابہات کی پیروی کرتے ہیں اور طالب صادق بینات اور محکمات سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ یہود اور عیسائیوں کو یہ ابتلاء پیش آچکے ہیں۔ پس مسلمانوں کے اولوالابصار کو چاہیے کہ ان سے عبرت پکڑیں اور صرف متشابہات پر نظر رکھ کر تکذیب میں جلدی نہ کریں اور جو باتیں خدا تعالیٰ کی طرف سے کھل جائیں ان سے اپنی ہدایت کیلئے فائدہ اٹھائیں۔﴾ (ملفوظات جلد ۶ صفحہ ۲۰۵)

جناب شیخ صاحب! آپ نے ظاہر پرستی اور الفاظ پرستی کا جو پیمانہ پیشگوئی مصلح موعود میں اختیار کیا ہے۔ اس پیمانہ کی رو سے تو سارے موعودین جھوٹے ٹھہر جائیں گے۔ آپ عقل اور خشیت الٰہی سے کیوں کام نہیں لیتے؟ اب میں ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی (بسلسلہ غلام مسیح الزماں یا مصلح موعود) کی حقیقت یا ''نیکی خدا ہے'' کے متعلق کچھ عرض کرتا ہوں۔ جیسا کہ الفاظ سے ظاہر ہے کہ میں نے یہ مضمون اپنے دعویٰ غلام مسیح الزماں کے ثبوت کے طور پر پیش کیا ہے۔ ''نیکی خدا ہے''، الحمدللہ ایک جامع الٰہی نظریہ ہے۔ یہ مضمون پچھلے سال پاکستان میں بھی کتابی شکل میں چھپ چکا ہے۔ بہت سارے اہل علم حضرات نے انفرادی طور پر اس کتاب کے متعلق مجھے اپنی خوشنودی سے نوازا ہے۔ میں نے اس کتاب کی ایک کاپی اور اسکے متعلق روزنامہ پاکستان کے مبصر محترم نذیر حق صاحب کا تبصرہ بھی آپکی خدمت میں بھیجا تھا۔ نذیر حق صاحب میری کتاب کے تعارف میں لکھتے ہیں۔

﴿''نیکی خدا ہے''، عبدالغفار جنبہ کی فلسفیانہ تصنیف ہے جس میں انہوں نے نیکی کی ماہیت، نیکی علم ہے اور نیکی خدا ہے، کے تین عنوانات کے تحت بحث کے بعد اس بات کو بخوبی ثابت کیا ہے کہ ''نیکی خدا ہے''۔ مصنف کا کہنا ہے کہ مسلمانوں نے، مسلمان مفکرین نے قرآن حکیم کا مطالعہ یونانی فلسفہ کی روشنی میں کیا ہے حالانکہ قرآن پاک خدا تعالیٰ کی عظیم اور کامل و مکمل کتاب ہے جس میں ہر قسم کی بھلائی اور ہر قسم کا سچا فلسفہ موجود ہے۔ ضرورت اس بات کی تھی کہ یونانی اور دیگر ہر قسم کے فلسفوں کا مطالعہ قرآن حکیم کی روشنی میں کیا جاتا اور ان فلسفوں کو قرآن حکیم کی روشنی میں جانچ پرکھ کر علم و حکمت کے گوہر چنے جاتے۔ مصنف نے فلسفیانہ فکر و تفکرات، متکلمین کے مختلف مکاتب فکر اور انکے ''فکر'' پر بھی بحث کی ہے اور ''نیکی'' کیا ہے؟ جیسے دقیق اور مشکل سوال کا جواب دیا ہے۔ اس حوالے سے انہوں نے بعض قدیم اور غیر مسلم فلاسفہ کی رائے بھی دی ہے اور اس پر اپنے انداز میں بحث کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ نیکی ایک ''محیط کل نور'' ہے، لامحدود ہے، اللہ ہے۔ مصنف نے جو مباحث کئے، جو نتائج اخذ کئے اور ''نیکی خدا ہے'' کے نظریہ کو جس طرح ثابت کیا ہے وہ بہت خوب ہے لیکن ان مباحث میں مصنف نے غالباً اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگوں کو ذہن میں رکھ کر بات کی ہے کیونکہ ان دقیق علمی مباحث کو پاکستان میں بسنے والا عام شہری جو کم علم ہے، مگر نیکی سے محبت رکھتا ہے، شاید ہی سمجھ سکے اور جہاں تک اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقے کا تعلق ہے تو اس کا بڑا حصہ نیکی کے بارے میں اپنے خیالات و تصورات کو ہی افضل تصور کرتا ہے۔ بہرحال یہ کتاب چونکہ فی سبیل اللہ تقسیم کی جارہی ہے، اسے پڑھنے والے ضرور اس سے اثر قبول کریں گے اور عبدالغفار صاحب کے حق میں دعائے خیر کریں گے۔﴾ (روزنامہ پاکستان، سنڈے میگزین ''زندگی''، ۲۲ اگست تا ۲۸ اگست ۲۰۰۴ء)

جناب شیخ صاحب! محترم نذیر حق صاحب مجھے بالکل نہیں جانتے۔ انہوں نے میری کتاب کے تعارفی تبصرہ میں جو کچھ لکھا ہے قطعی طور پر غیر جانبدار ہو کر لکھا ہے۔ آپ نے بھی میرے اس نظریہ سے اتفاق کیا تھا۔ اس موضوع کے متعلق آپ نے بہت ساری کتابیں دنیا میں دیکھی ہونگی لیکن اس نظریہ میں جس رنگ میں ہستی باری تعالیٰ کا علمی اثبات کیا گیا ہے، ایسا ثبوت آپکو کسی دوسری کتاب میں نہیں ملے گا۔ عقلی بحث کو قرآنی آیات کا لباس پہنا کر عظیم قرآن مجید کی عظمت اور دین اسلام کی حقانیت ثابت کی گئی ہے۔ ایک وہ زمانہ تھا کہ جب بذریعہ تبلیغ مذہبی ترقی ہوتی تھی لیکن اب وہ زمانہ نہیں رہا۔ آج علمی سیف کا زمانہ ہے اور کوئی مذہب آج بذریعہ علم ہی غالب آسکتا ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں اپنے دین اسلام کے غلبہ کا وعدہ فرمایا ہوا ہے اور یہ وعدہ یقیناً سچا ہے۔ ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ میں تخلف ہو۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ آج یہ غرض بطریق احسن اس الٰہی نظریہ میں پوری ہوچکی ہے۔ اور اس طرح ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی کے یہ الفاظ '' اور تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو۔ اور تا حق اپنی تمام برکتوں کیساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کیساتھ بھاگ جائے۔ اور تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں۔ جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔ اور تا وہ یقین لائیں۔ کہ میں تیرے ساتھ ہوں۔ اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے۔ اور خدا کے دین اور اسکی کتاب اور اسکے پاک رسول محمد مصطفےٰ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہوجائے۔'' کیا پورے نہیں ہوئے؟

اب ایک اور دوسرے رخ سے اس الٰہی نظریہ پر روشنی ڈالتا ہوں۔ نیکی کیا ہے؟ یہ سوال تقریباً اڑھائی ہزار سال پہلے سقراط نے اٹھایا تھا۔ لیکن سقراط اپنی زندگی میں لوگوں کی صرف اتنی راہنمائی کرسکا کہ ''نیکی علم ہے''، یعنی نیکی اور علم دونوں ایک ہی حقیقت یا سچ کے دو نام ہیں۔ لیکن نیکی کیا ہے؟ یعنی ''نیکی کی ماہیت'' کے متعلق وہ اپنی زندگی میں کچھ بتا نہ سکا۔ سقراط اپنے شاگرد افلاطون کی کتاب ''مینو'' کے آخر میں فرماتا ہے:۔

﴿سقراط: میں اسکی مدد نہیں کرسکتا۔ ہم کسی دوسرے وقت میں اس سے بات کریں گے۔ اگر وہ سب جو ہم نے اس بحث میں کہا ہے اور سوالات جو ہم نے پوچھے ہیں، ٹھیک ہیں تو نیکی کا علم نہ تو فطری طور پر اور نہ ہی بذریعہ تعلیم حاصل کیا جاسکے گا۔ جس کسی نے بھی اسے حاصل کیا بغیر غور و فکر کے فضل الٰہی کے طور پر حاصل کیا۔ جیسے نہ کہ وہ ایک سیاستدان

کی طرح جو اپنی طرح کا ایک اور پیدا کر سکتا ہے۔ اگر کوئی ایسا شخص ہے تو پھر اسکو زندہ لوگوں میں ایسے ماننا پڑے گا جیسا کہ ہومر (Homer) نے کہا ہے کہ مرے ہوئے لوگوں میں ٹائرسیاس (Tiresias) اور صرف اسی کو پتہ چلتا ہے کہ وہ ہے "جبکہ دوسرے اڑتے ہوئے سائے ہیں"۔ جہاں تک نیکی کے علم کا تعلق ہے تو ایسا شخص بالکل اس جیسا ہوگا جس طرح سایوں کے درمیان ایک مجسم حقیقت۔

مینو: سقراط نے یہ عمدگی کیساتھ بیان کیا ہے۔

سقراط: ہمارے موجودہ استدلال سے پھر جس کسی نے بھی نیکی کا علم پایا اسے یہ فضل الٰہی کے طور پر ملا۔ لیکن ہم اس معاملہ کی سچائی کو اس وقت تک نہیں سمجھیں گے جب تک ہم یہ نہ پوچھیں کہ لوگوں نے نیکی کا علم کیسے حاصل کیا؟ ہم یہ دریافت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ بذات خود نیکی کی ماہیت کیا ہے؟ ﴾ (پروٹو گوراس اور مینو، مصنف افلاطون، مترجم ڈبلیو۔ کے۔ سی۔ گودھاری صفحہ ۱۵۶ تا ۱۵۷)

ان الفاظ سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں۔ اولاً یہ کہ "نیکی کی ماہیت" کا علم دراصل رحمت اور فضل الٰہی ہے اور اس کا حصول ماسوا وحی اور الہام کے ممکن نہیں۔ ثانیاً یہ کہ سقراط زندگی بھر "نیکی کی ماہیت" پر غور و فکر کرتا رہا اور ماسوا "نیکی علم ہے" وہ اس پر کوئی روشنی ڈال نہ سکا۔ سقراط کوئی عام شخص نہ تھا بلکہ اپنے وقت کا دانش مند انسان تھا۔ بعض لوگ اسے پیغمبر بھی مانتے ہیں اور بعض دیگر مصلح اور مجدد۔ بہرحال فلسفہ کی دنیا میں اسکی اتنی اہمیت ہے کہ اسکے وجود کیساتھ فلسفہ ماقبل سقراط اور مابعد سقراط میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ سسرو مارکس ٹلیئس (Cicero Marcus Tullius106.43 BC) رومن فلسفی اور مدبر سقراط کے متعلق لکھتا ہے۔

﴿ سقراط پہلا انسان تھا جو فلسفہ کو آسمانوں سے نیچے لایا۔ اسے زمین پر شہروں میں مضبوطی کے ساتھ تخم ریز کیا۔ اسے لوگوں کے گھروں میں لایا تا کہ لوگ اپنی زندگیوں اور اپنے طرز عمل کا جائزہ لیں۔ ﴾ (Cicero,Fragments V4,10 بحوالہ (انگریزی) سقراط اور ایتھنز مصنف، میگ پارکر صفحہ ۸۴)

اس کو عجیب اتفاق سمجھئے یا کوئی اللہ تعالیٰ کی خاص حکمت کہ جس "زکی غلام" کا وعدہ حضرت مرزا صاحبؑ کو بخشا گیا، اسکے متعلق بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "كان الله نزل من السماء"، یعنی اسکے نزول کیساتھ اللہ تعالیٰ آسمان سے نازل ہوگا۔ سقراط جس کا شمار عموماً دانش مند ترین لوگوں میں ہوتا ہے۔ اس نے تقریباً تیس برس کی عمر میں اپنے آپکو تشکیک کے خلاف جہاد اور نیکی اور سچائی کی محبت بیدار کرنے کیلئے وقف کیا تھا۔ اس نے نوجوانوں کا ایک گروہ اپنے گرد جمع کیا اور ان میں تحقیق و جستجو کی ایسی روح پھونکی جو انہیں علم اور نیکی کی طرف لے جانیوالی تھی۔ اس کا مشہور نظریہ علم بعد از اں اہل علم حضرات کیلئے معمہ بن گیا۔ ہزاروں سال اس "نظریہ علم" پر غور و فکر ہوا لیکن انسانی مجرد عقل اس کا عقدہ حل نہ کر سکی اور اس طرح سقراط اور اس کا یہ نظریہ علم ہر دور میں علماء کیلئے پہیلی بنا رہا۔ اسی لئے پرنسٹن یونیورسٹی کے پروفیسر آف فلاسفی گریگوری ولسٹاس (Gregory Vlastos) لکھتے ہیں۔

﴿ ہمیں ایک انسان کا پتہ ملتا ہے جو مکمل طور پر پہیلی ہے۔ دیگر فلاسفہ نے پہیلی کے متعلق بات کی ہے۔ سقراط نے نہیں۔ سقراط بذات خود ایک پہیلی ہے۔ ﴾ (سقراط کا فلسفہ، (انگریزی) مصنف گریگوری ولسٹاس صفحہ ۴)۔

یہ بھی یاد رہے کہ کوئی بھی پہیلی بوجھنے سے پہلے مشکل ترین معمہ ہوا کرتی ہے اور بوجھنے کے بعد وہی پہیلی آسان ترین بات ہو جایا کرتی ہے۔ فلسفہ کے بیسویں صدی کے ایک مبصر ڈبلیو۔ ٹی۔ سٹیس اپنی مشہور زمانہ کتاب "یونانی فلسفہ کی تنقیدی تاریخ" کے صفحہ ۱۴۹ پر لکھتے ہیں۔

﴿ لیکن جیسا کہ سقراط کیلئے نیکی کی تنہا شرط اس کا علم ہونا ہے اور جیسا کہ علم قطعی ہے جس کو بذریعہ تعلیم سکھایا جا سکتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نیکی بھی قابل تعلیم ہونی چاہیے۔ مشکل صرف یہ ہے کہ کسی معلم کو ڈھونڈا جائے جو نیکی کے تصور کو جانتا ہو۔ نیکی کا وہ تصور جسے سقراط نے سوچا اور جو علم کا انمول جزء ہے جس کو کسی مفکر نے دریافت نہیں کیا اور اگر کبھی وہ دریافت ہو گیا تو فوراً اسے پڑھایا جائے گا اور اس طرح انسان فوراً نیک ہو جائیں گے۔ ﴾

جناب شیخ صاحب! مجھے امید ہے کہ آپکو بخوبی اندازہ ہو گیا ہوگا کہ سقراط کا پیش کردہ "نیکی کا تصور" کتنا اہم ہے اور دوسرا یہ کہ اب تک کسی مفکر شرقی یا غربی نے اسے دریافت نہیں کیا۔ اور آج حضرت مرزا صاحبؑ کے موعود "زکی غلام" یعنی خاکسار کا یہ دعویٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے "نیکی" کے اس تصور کا کامل علم بخشا ہے جسے سقراط نے علم قرار دیا تھا۔ اور مزید دلچسپ اور اچنبھے کی بات یہ ہے کہ اسکے انکشاف کے دوران اللہ تعالیٰ نے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی کی مرکزی علامات پوری فرما دی ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

"وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا۔ اور دل کا حلیم۔ اور علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائے گا۔ اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ (اسکے معنی سمجھ میں نہیں آئے) دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند۔ مظهر الاول و الاخر۔ مظهر الحق والعلاء كان الله نزل من السماء۔"

میں یہاں وضاحت کرتا چلوں کہ ''وہ سخت ذہین وفہیم ہوگا۔اور دل کا حلیم۔'' یہ الفاظ مشتبہ ہوسکتے ہیں اور ہر انسان اپنے ذوق کے مطابق کسی انسان کو ان الفاظ کا مصداق قرار دے سکتا ہے اور کسی کو نہیں۔لیکن اللہ تعالیٰ نے موعود زکی غلام کے ذہین اور فہیم ہونے کی نشانی قائم فرمادی تا کہ لوگ اپنے اپنے ذوق کے مطابق ڈھکوسلے نہ لگاتے پھریں۔اللہ تعالیٰ ان الفاظ کے آگے فرماتا ہے۔''اور علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائے گا۔''

جناب شیخ صاحب! آپ نے ان الفاظ کی ڈھکوسلے کیساتھ جو تشریح فرمائی ہے وہ قطعی طور پر غلط ہے۔جناب آپ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سورہ حدید کی آیت ۴ میں فرماتا ہے۔

ھو ا لاول و ا لاخر و الظاہر و ا لباطن و ھو بکل شيء علیم o ترجمہ۔وہ اول بھی ہے اور آخر بھی اور ظاہر بھی ہے اور باطن بھی اور وہ ہر چیز کو جانتا ہے۔ط

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے چار صفاتی ناموں کا ذکر فرمایا ہے،اول۔آخر،ظاہر اور باطن کا۔علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائے گا سے مراد یہ ہے کہ اس موعود غلام کو اللہ تعالیٰ اپنے ان صفاتی ناموں ''ظاہر'' اور ''باطن'' کا علم بدرجہ اتم عطا فرمائے گا اور یہ علم کیا ہے؟ یہ علم حقائق الاشیاء اور اس نور کا علم ہے جو محیط کل ہے۔بالفاظ دیگر اللہ تعالیٰ اس موعود غلام کو اپنا ایسا کامل عرفان بخشے گا جسکے ساتھ وہ اپنوں اور غیروں کا منہ بند کردے گا۔اور کیا یہ مقصد میرے ''الٰہی نظریہ'' میں پورا نہیں ہوگیا؟ آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔وہ اول اور آخر کا مظہر ہوگا اور حق اور اعلیٰ کا مظہر ہوگا اور یقیناً اس کے نزول کیساتھ اللہ تعالیٰ آسمان سے نازل ہوگا۔یہ الہامی الفاظ بھی اس موعود غلام کے ذہین اور فہیم ہونے کی علامات ہیں۔

جناب شیخ صاحب! آپ اپنی دیانتداری اور غیر جانبداری کا اکثر ذکر کرتے رہتے ہیں لیکن آپ پر افسوس ہے کہ آپ نے اپنے جوابی مضمون میں پیشگوئی غلام مسیح الزماں کی مرکزی علامت کو گول کرکے بددیانتی اور جانبداری کا مظاہرہ کیا ہے۔آپ اس پیشگوئی کا لفظ بہ لفظ تجزیہ کرتے چلے گئے لیکن پیشگوئی کے ان الفاظ ''اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔(اسکے معنی سمجھ میں نہیں آئے) دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند۔مظہر الاول و الاخر۔مظہر الحق والعلاء کان اللہ نزل من السماء'' کو یکسر چھوڑ دیا۔کیا آپکی یہی دیانتداری اور غیر جانبداری ہے؟ اگر آپ پیشگوئی کی اس مرکزی علامت کا ذکر نہ کرکے بددیانتی اور جانبداری کا مظاہرہ کرسکتے ہیں تو پھر حضرت مرزا صاحبؑ کے بارے میں کیا جھوٹ نہیں بول سکتے؟ کسی بات کو ماننا نہ ماننا آپکی مرضی پر منحصر ہے لیکن آپ پیشگوئی کی اس مرکزی علامت کا کم از کم ذکر تو کرتے۔الہامی پیشگوئی کے یہ وہ الفاظ ہیں کہ اگر یہ اپنی تدبیر اور چالاکی سے پورے ہوسکتے ہوتے تو مجھ سے پہلے اس پیشگوئی کے جتنے دعویدار گزرے ہیں،ان میں سے کم از کم مرزا بشیر الدین محمود احمد پیشگوئی کی اس مرکزی علامت کو ضرور پورا کرلیتا۔اور یہ وہ علامت ہے جسکے ساتھ سقراطی ''نیکی کے تصور'' کا علم پیشگوئی کے مصداق کو دیا گیا ہے۔میرے الٰہی نظریہ میں جو ''نیکی کی ماہیت'' بیان کی گئی ہے کیا آپ اسکو جھٹلا سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔قیامت تک آپ جیسے لوگوں کیلئے یہ لمحہ فکریہ ہے اور یہی میرے دعویٰ کا بنیادی ثبوت ہے۔یہ ثبوت میرا خود ساختہ نہیں بلکہ پیشگوئی کے الہامی الفاظ میں موجود ہے۔آپ فلسفہ کی تمام کتب پڑھ جائیں آپ کو ان میں ''نیکی کے اس تصور'' کا پتہ نہیں ملیگا اور مل بھی کیسے سکتا ہے کیونکہ ''ہر سخن وقتے وہر نکتہ مقامے دارد''۔ہزاروں سال سے مطلوب ''نیکی کے اس تصور'' کا علم اللہ تعالیٰ نے موعود غلام مسیح الزماں کو بخشا تھا تا کہ حضرت مسیح موعودؑ کی سچائی روز روشن کی طرح ظاہر ہوجائے۔جناب دیکھا ہے آپ نے آج بھی حضرت مرزا صاحبؑ کی روحانیت کا کمال؟ میرا آپ سے سوال ہے کہ کیا ایسا عظیم الشان واقعہ وحی اور الہام کے بغیر ممکن ہے؟ اگر ہوتا تو ضرور کوئی ویسٹرن دانشور اس معمہ کو حل کرلیتا۔

انسانی تخلیق کیساتھ حصول علم کا سلسلہ بھی شروع ہوگیا۔سقراط نے نہ صرف علم کی ماہیت (نیکی علم ہے) کا نظریہ پیش کیا بلکہ اسکے حصول کا بھی نظریہ پیش کیا یعنی ''نظریہ تصورات''۔ سقراط نے یہ تعلیم دی ہے کہ ''سب علم تصورات کے ذریعہ ملتا ہے''۔سقراط نے تصور (concept) کا لفظ بمعنی تعریف (definition) استعمال کیا تھا۔بجا طور پر کسی شئے کا علم ہمیں اسکی تعریف سے ہی ملتا ہے۔جب ہم کسی شئے کی تعریف کرتے ہیں تو ہم اس شئے کی وہ صفات بیان کرتے ہیں جنکی موجودگی اسکے وجود کیلئے لازمی ہے یا بالفاظ دیگر تعریف میں صرف انہی صفات کو شامل کیا جاتا ہے جو کسی شئے کیلئے ضروری ہوتی ہیں اور جنکی عدم موجودگی میں وہ شئے وہ شئے نہیں ہوسکتی جو کہ وہ ہے۔مثلاً انسان کی تعریف ہم اس طرح کریں گے کہ انسان حیوان عاقل ہے۔انسان کی بہت ساری صفات ہیں لیکن حیوان ہونا اور عاقل ہونا اسکی تعریف کیلئے ضروری ہیں۔اگر کوئی شئے حیوان نہ ہو اور عاقل بھی نہ ہو تو ہم اسے انسان نہیں کہہ سکتے۔بقول ارسطو (Aristotle) تعریف علم کی ابتدا اور انتہا ہے۔جب ہم ایک تصور سے ایک دوسرے اعلیٰ تر تصور کی طرف اور وہاں سے مزید ایک اور اعلیٰ ترین تصور کی طرف بڑھتے ہیں تو اس دوران ہمارا علم ترقی کرتا ہے۔سائنس اور فلسفہ کی آخری منزل شعوری یا لاشعوری طور پر بلاشبہ ''اعلیٰ انتہائی ہمہ گیر تصور'' ہی ہے۔جیسا کہ ڈبلیو۔ٹی۔سٹیس لکھتے ہیں۔

﴾تمام سائنسز میں عمومیت کا رحجان یعنی بے شمار انفرادی حقائق سے ایک عمومی قانون اخذ کرنے کا رحجان پایا جاتا ہے۔فلسفہ اس عمل کو انتہا تک لے جاتا ہے۔یہ حتی المقدور حد تک تعمیم سازی کرتا ہے۔یہ کوشش کرتا ہے کہ کائنات کی چند عمومی اصولوں کی روشنی میں تشریح کی جائے اور اگر ممکن ہو تو ایک ہی انتہائی اصول کی روشنی میں﴿ (وہی کتاب صفحہ ۳)

جناب شیخ صاحب! ''نیکی خدا ہے'' کیا یہ وہی ''اعلیٰ انتہائی ہمہ گیر تصور'' نہیں جسکی تلاش میں حضرت انسان سرگرداں ہے؟ یقیناً یہ وہی نظریہ ہے۔اگر کوئی انسان اسے جھٹلا سکے تو

جھٹلا کر دکھائے۔اور حیرت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس ''اعلیٰ انتہائی ہمہ گیر تصور'' کو پیشگوئی مصلح موعود کا ثبوت بنا دیا۔ مجھے امید ہے کہ اب آپکو کچھ پتہ چل گیا ہوگا کہ میرا دعویٰ خیالی ہے یا کہ ایک ایسا حقیقی دعویٰ ہے جس کا میں ایک قطعی اور ناقابل تردید علمی ثبوت رکھتا ہوں۔ آپ لکھتے ہیں۔''جس شخص کی پیشگوئیوں کو بنیاد بنا کر مصلح موعود کا دعویٰ کر رہے ہیں، میں نے خود اسکے اپنے اقوال کے ذریعہ اس شخص کے دعوے کی ہوا نکال دی ہے۔'' جناب من! جب آپ میرے الہامی پیشگوئی کے قطعی علمی ثبوت کو جھٹلا کر پیشگوئی غلام مسیح الزماں کو غلط ثابت کر دیں گے، تو نہ صرف میں بلکہ ایک دنیا آپکے اس جھوٹے دعویٰ کو مان لے گی کہ آپ نے حضرت مرزا صاحبؑ کے دعویٰ کی ہوا نکال دی ہے۔ مزید آپ لکھتے ہیں۔ ''آپ کا دعویٰ مصلح موعود صرف اور صرف آپکے ذہنی خلجان کا نتیجہ ہے۔'' جناب من! ایسے جھوٹے الزام تو مجھ سے پہلے بھی اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں پر لگائے گئے تھے۔ محسن انسانیت ﷺ کو بھی آپ جیسے لوگ مجنون ہی کہا کرتے تھے۔ آپ سے گذارش ہے کہ جو میں نے اپنے دعویٰ کا عظیم الشان علمی ثبوت پیش کیا ہے۔ ایسا کام تو ہزاروں سال میں دنیا کے بڑے بڑے ذہین لوگ بھی نہ کر سکے چہ جائیکہ کوئی آپکے بقول میرے جیسا مجنون کر سکتا۔ پہلے میرے اس علمی کارنامہ کو جھٹلا کر دکھایئے۔ اس وقت تک آپ کے یہ الفاظ بقول غالب:۔''دل کے خوش رکھنے کو غالب یہ خیال اچھا ہے'' کے مصداق ہیں۔

آپ نے ایک جگہ لکھا ہے۔''اور کیا ایم اے کی ڈگری حاصل کرنے یا ایک کتاب لکھ دینے سے بندہ علوم ظاہری و باطنی سے پر ہو جاتا ہے۔'' آپکو یاد رہے کہ علوم ظاہری و باطنی سے ایم اے کی ڈگری کا کیا تعلق ہے؟ اکثر اللہ تعالیٰ نے ان پڑھ اور امی انسانوں پر اپنا یہ فضل فرمایا ہے۔ آنحضرت ﷺ کی تو مثال ہی الگ ہے۔ سقراط اپنے وقت کا عظیم مصلح اور عارف باللہ تھا لیکن اس نے اپنی زندگی میں کچھ نہیں لکھا۔ وہ صرف زبانی طور پر مکالماتی انداز میں درس و تدریس دیا کرتا تھا، لیکن اسکے باوجود آج تک دنیائے علم و حکمت میں اسے ایک انتہائی قد آور شخصیت کے طور پر یاد کیا جاتا ہے۔ عالم اسلام کے پہلے مجدد اور مصلح عمر بن عبدالعزیزؒ کے پاس کونسی ڈگریاں تھیں اور آپؒ نے کتنی کتابیں لکھی تھیں؟ اصلاح اور تجدید کی ہر زمانے میں الگ نوعیت ہوا کرتی ہے۔ بعض اوقات کسی ڈگری یا بغیر کوئی کتاب لکھے اللہ تعالیٰ یہ غرض پوری کر دیا کرتا ہے اور بعض اوقات اصلاح و تجدید کی یہ غرض اللہ تعالیٰ ایک رسالہ میں بھی پوری فرما دیا کرتا ہے۔ دنیا کے ہر مذہب اور دھرم کی بنیاد ذات باری تعالیٰ پر ہے۔''نیکی خدا ہے'' کے الٰہی نظریہ میں اللہ تعالیٰ نے اس عاجز پر احسان فرماتے ہوئے اپنے کامل عرفان سے علمی رنگ میں آگاہی بخشی تا کہ لوگ ذات باری تعالیٰ کی عبادت اسکے کامل عرفان کیساتھ کریں۔ الحمدللہ۔ جناب من! کیا ایسا عظیم الشان کام مجنونوں سے سرانجام پاتا ہے؟ کیا ایسا کام علوم لدنیہ و سماوی کے بغیر بھی ممکن ہے؟ ہرگز نہیں۔ آپ وہ اعتراض تو کریں جسکی کوئی علمی بنیاد ہو لیکن اعتراض برائے اعتراض تو محض ضد کا دوسرا نام ہے۔ آپکے دیگر بہت سارے اعتراضات کے جوابات پہلے ہی میری کتاب ''غلام مسیح الزماں'' میں موجود ہیں لہذا اعادہ کی ضرورت نہیں۔ ختم نبوت، اجرائے نبوت ، حیات مسیح اور وفات مسیح پر پچھلی صدی میں بہت بحث مباحثہ ہو چکا ہے۔ آج اگر آپ نے حضرت مسیح موعودؑ کو جھٹلانا ہے تو خاکسار آپکی پیشگوئی مصلح موعود کے مطابق موعود غلام مسیح الزماں ہونے کا دعویدار ہے اور اس الہامی پیشگوئی کا ثبوت بعنوان ''نیکی خدا ہے'' آپکی خدمت میں بھی بھیج چکا ہے۔ اگر آپ اس جامع علمی نظریہ کو جھٹلانے میں کامیاب ہو گئے تو نہ صرف میں ایک خطیر رقم آپکے حضور پیش کرتے ہوئے اپنی غلطی تسلیم کروں گا، بلکہ ساتھ ہی حضرت مرزا صاحبؑ کے دعاوی پر بھی ازسرنو غور کرونگا۔ اگر آپ واقعی متلاشی حق ہیں اور اس مشن میں اخلاص رکھتے ہیں تو فوراً اس نیک کام کیلئے کمر کس لیجئے۔ جناب من! آپکی اس کاوش سے ایک جہاں کا بھلا ہوگا۔ آزمائش شرط ہے۔

شیخ صاحب سے دردمندانہ اپیل!

جناب شیخ صاحب! خدا گواہ ہے کہ ایک درد تھا آپکے لئے جس نے مجھے آپکو نصیحت کرنے کیلئے جوش دلایا۔ آپ ظاہری طور پر ایک ملنسار اور محبت کرنے والے انسان ہیں۔ اندر کی باتیں اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ مجھے یقین ہے آپ میری ذات کے دشمن نہیں، لیکن آپ سچائی کے دشمن ضرور بن چکے ہیں۔ اسکی وجہ خواہ کچھ بھی ہو۔ بہر حال میں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہیں اگر وہ چاہے گا تو آپکو بھی ضرور ہدایت بخشے گا۔ آپکا یہ کہنا کہ خاکسار حضرت مرزا صاحبؑ کی غلامی کا دم ربوہ کے ماحول کی تربیت کے زیر اثر بھر رہا ہے، غلط ہے۔ ربوہ کے ماحول اور نظام سے میں کبھی متاثر نہیں ہوا۔ یہ ماحول اور نظام تو صالح فطرت اور حق کو لوگوں کو باہر بھگا رہا ہے۔ اور ہاں حضرت مرزا صاحبؑ کی دعا کے نتیجہ میں خاکسار کی کایا ضرور پلٹ گئی۔ دین اسلام اور آنحضور ﷺ کی محبت کچھ تو پیدائشی طور پر میرے رگ و ریشہ میں تھی اور کچھ حضرت مہدیؑ کی دعا نے اسکی آبیاری کر دی۔ اگر آپ بھی میری جگہ پر ہوتے تو آپ بھی آج وہی کچھ کرتے جو میں کر رہا ہوں۔ اب آتا ہوں میں آپکے نفسیاتی مطالعے کی طرف۔ آپ درحقیقت نظام گزیدہ ہیں۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ نظام جماعت سے اکتائے ہوئے اور اسکے بھاگے اور بھگائے ہوئے مظلوم لوگ اپنی ناسمجھی اور کم فہمی کیوجہ سے بانی سلسلہ پر ہی حملہ آور ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ یہ طریق غلط ہے۔ مگر افسوس اس طریق کے خالق بذات خود نظام کے کرتا دھرتا ہیں۔ بالالفاظ دیگر یہ لوگ اس بات کیلئے جوابدہ ہیں۔ ذمے دار ہیں۔ جو انکی وجہ سے کوئی آپکی طرح بانی سلسلہ تک جا پہنچتا ہے اور بعض اوقات دہریہ تک بن جاتا ہے۔ سال گذشتہ کے آواخر میں جب آپ پاکستان گئے تھے تو بقول آپکے وہاں آپ نے حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی قائم کردہ جماعت کے بارہ

میں جب خوب مخالفانہ تقریریں کیں۔تو حسب روایت، جب آپکو اس سے منع کرنے اور روکنے کیلئے ربوہ میں مقیم آپکے عزیز و اقارب کو درمیان میں لایا گیا تو اس وقت آپ نے ان سب کو یہ طعنہ دیا تھا کہ اس وقت آپ کہاں تھے جب نظام میرے ساتھ زیادتیاں کر رہا تھا؟ واللہ عالم۔تو گویا یہ آپکا ایک ردعمل تھا اور ہے۔نظام سے بغاوت اور حضرت مسیح موعودؑ کی مخالفت چہ معنی دارد؟ نظام خلیفہ ثانی کا ہے اور جماعت حضرت مسیح موعودؑ کی۔ان دونوں کو گڈمڈ نہ کریں۔میں نظام کے اوچھے ہتھکنڈوں سے بخوبی واقف ہوں۔اور آپکے درد کو بھی خوب سمجھتا ہوں۔لوگوں کی ایک کثیر تعداد اس سے شاکی ہے۔اور بہت سارے لوگ جو صالح فطرت ہیں اور نیک روحیں رکھتے ہیں۔وہ حضرت مسیح موعودؑ کو سچا سمجھنے اور ماننے کے باوجود بھی اگر جماعت میں آنے سے گریزاں رہتے ہیں تو اسکی وجہ بھی (بالعموم) ہمارا یہی ''نظام'' ہے۔جو انسان سے آزادی ضمیر و اظہار رائے کا وہ حق بھی چھین رہا ہے جسکی خود دین اسلام نے ضمانت دی ہے۔ہم نے ایک نظام بنایا اور اسکا رخ آہستہ آہستہ دین اسلام کی آڑ میں حکومتی ایوانوں کی طرف موڑ دیا۔(جس سے ان سب سیاسی اور خصوصاً نیم مذہبی جماعتوں کا ماتھا ٹھنکا جو بذات خود طاقت و حکومت کے حصول کی خواہاں تھیں) جبکہ دین اسلام ہماری آڑ نہیں بلکہ اوڑنا بچھونا ہے اور یہی حضرت مسیح موعودؑ کا مشن تھا یعنی تجدید دین نا کہ تجدید دنیا جو کہ آج کی ایک افسوسناک حقیقت ہے۔اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ نے جو نظام دیا تھا کیا وہ نا کافی تھا کہ جو ایک نئے نظام کی ضرورت پیش آ گئی؟ میں نے یہ مضمون اس امید کیساتھ لکھا ہے کہ آپکے ایسے تمام تصورات جو قرآن وحدیث کی روح سے اور اسکے مغز سے عاری ہیں اور محض پوست اور چھلکے پر مشتمل ہیں بالآخر حد اعتدال میں آ جائیں اور آپ ایک راست فکر انسان کے طور پر صراط مستقیم پر چلنا شروع کر دیں۔

''یہ دنیا چند روزہ ہے اور ایسا مقام ہے کہ آخر فنا ہے۔اندر ہی اندر اس فنا کا سامان لگا ہوا ہے وہ اپنا کام کر رہا ہے مگر خبر نہیں ہوتی اسلئے خداشناسی کی طرف قدم جلد اٹھانا چاہیے۔خدا تعالیٰ کا مزا اسے آتا ہے جو اسے شناخت کرے اور جو اسکی طرف صدق و وفا سے قدم نہیں اٹھاتا اسکی دعا کھلے طور پر قبول نہیں ہوتی۔اور کوئی نہ کوئی حصہ تاریکی کا اسے لگا رہتا ہے۔''
(ملفوظات جلد ۶ صفحہ ۲۲۹) دعا ہے اللہ تعالیٰ آپکو اسکی توفیق عطا فرمائے۔اور آپ جس خلط مبحث میں پھنس کر رہ گئے ہیں اس سے نجات بھی کہ بقول اکبر آلہ آبادی

بحثیں فضول تھیں یہ کھلا حال دیر میں ۔ افسوس عمر کٹ گئی لفظوں کے پھیر میں

خیر اندیش

عبدالغفار جنبہ

۱۵ اپریل ۲۰۰۵ء